1627
25-1-72

جلد ۱۳ | صلح ۱۳۵۱ ہش | شمارہ ۱

جنوری ۱۹۷۲ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

عہدیداران مجلس انصاراللہ مرکزیہ برائے سال $\frac{\text{۱۳۵۱ ہش}}{\text{۱۹۷۲ء}}$

سیدنا حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃالمسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ نے مجلس عاملہ انصاراللہ مرکزیہ برائے سال $\frac{\text{۱۳۵۱ ہش}}{\text{۱۹۷۲ء}}$ کیلئے مندرجہ ذیل عہدیداران مقرر فرمائے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ یہ تقرر مبارک کرے اورسب عہدیداران کو پیش از پیش خدمت دین کی توفیق بخشے ۔ آمین

اراکین خصوصی

محترم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب
محترم چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب

قائد عمومی	مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب
قائد اصلاح وارشاد	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب
قائد تربیت	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
قائد ذہانت و صحت جسمانی	مکرم صاحبزادہ مرزا منوراحمد صاحب
قائد ایثار	مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب
قائد مال	مکرم ملک محمد رفیق صاحب
قائد تعلیم	مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب
قائد اشاعت	مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی
قائد وقف جدید	مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب
قائد تحریک جدید	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
قائد تجنید	مکرم مولوی عبدالقادر صاحب ضیغم
آڈیٹر	مکرم صوفی غلام محمد صاحب

والسلام خاکسار

محمد ابراہیم

سیکرٹری برائے صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ

ربوہ

۵ صلح ۱۳۵۱ ہش

۵ جنوری ۱۹۷۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

صلح ۱۳۵۱ ہش

(ذیقعد ۱۳۹۱ ہجری - جنوری ۱۹۷۲ء)

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

فی پرچہ :- پچھتر پیسے

سالانہ چندہ :- آٹھ روپے

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع .... ضیاء الاسلام پریس

مقامِ اشاعت .... دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۱۳ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱

صلح ۱۳۵۱ ہش

بالآخر ظالم قوموں کی نجات کے تمام ذرائع منقطع کر دیئے جاتے ہیں

خدا تعالیٰ اُن کے اور اُن کے حمایتیوں کے درمیان جُدائی ڈال دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس امر کو بار بار بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ ظالم لوگ اور ظالم قوموں کو حقیقی فلاح کبھی میسر نہیں آتی۔ ایسی قومیں اور افراد اُس وقت تک ہی ظلم کی راہ اختیار کر کے دُنیا میں فساد مچاتے رہتے ہیں جب تک کہ ان پر خدائی گرفت نہیں آتی۔ جب خدائی گرفت آجاتی ہے اور خدا تعالیٰ انہیں ان کے مظالم کی وجہ سے عذاب کا مورد بنانے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر ان کی نجات کے وہ خود ساختہ ذرائع جن پر انہیں بھروسہ ہوتا ہے منقطع کر دیئے جاتے ہیں اور ان کے حمایتی جو انہیں ظلم کرنے پر اُکسایا کرتے تھے اور دوسروں پر ظلم روا رکھنے میں امداد کیا کرتے تھے ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ان کے اور ان کے حمایتیوں کے درمیان جدائی ڈال دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر انہیں پہلے ہی احساس ہو جائے کہ ظلم روا رکھنے کے نتیجہ میں انہیں دردناک عذاب کا مورد بننا پڑے گا تو وہ کبھی دوسروں پر ظلم نہ ڈھائیں اور اپنی ظاہری اور نام نہاد طاقت کو بے حقیقت سمجھتے ہوئے اِس امر کے اعتراف میں ذرا دیر نہ لگائیں کہ سب طاقت اللہ ہی کو حاصل ہے۔

اس امر کا تفصیل سے ذکر اللہ تعالیٰ نے شرک کے تعلق میں کیا ہے اس لئے کہ شرک یعنی دوسروں کو اللہ تعالیٰ

کا شریک ٹھہرانا اپنی ذات میں ایک بہت بڑا ظلم ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمٰن آیت ۱۴)
یعنی شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس ظلم عظیم کے عبرتناک انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ (البقرہ آیات ۱۶۶، ۱۶۷)

یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ (میں) سے (اللہ کے) شریک بناتے ہیں۔ وہ ان سے اللہ کی محبت کی طرح محبت کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مومن ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ (ہی) سے محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ظلم کے مرتکب ہوئے اگر وہ (اس گھڑی کو) جب وہ عذاب کو (سامنے) دیکھیں گے (کسی طرح اب) دیکھ لیتے (تو جان لیتے) سب قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور (کاش کہ وہ لوگ اس وقت کو دیکھ لیتے) جب وہ لوگ جن کی فرمانبرداری کی جاتی تھی ان لوگوں سے جو فرمانبردار تھے الگ ہو جائیں گے۔ اور عذاب کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیں گے اور ان (کی نجات) کے سب ذریعے منقطع ہو جائیں گے۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے شرک کے مرتکب ہونے والوں کو ظالم قرار دیا ہے اور ان کا جرم یہ بتایا ہے کہ جن کو وہ خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ان سے اتنی محبت کرتے ہیں جتنی محبت انہیں خدا تعالیٰ سے کرنی چاہیئے تھی اور فرمایا ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے اپنے گمان کے مطابق جو ہستیاں یا چیزیں خدا کی خدائی میں شریک ہیں وہ طاقت اور قدرت کی مالک ہیں۔ حالانکہ انہیں اس بات کا علم نہیں کہ اس ظلم کے نتیجہ میں انہیں دردناک عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ جب خدا تعالیٰ کی گرفت کے نتیجہ میں ان پر عذاب آئے گا۔ تو وہ دیکھ لیں گے کہ:۔

(۱) جن کو وہ خدا کا درجہ دے کر ان کی فرمانبرداری کرتے تھے اور ان کے اشاروں پر چلتے تھے وہ خود اب ان سے الگ ہو گئے ہیں اور ان کی قطعاً کوئی مدد کرنے پر قادر نہیں ہیں۔

(۲) اور یہ کہ ان کی نجات کے تمام اسباب جن پر وہ بڑا بھروسہ رکھتے تھے منقطع ہو گئے ہیں اور کوئی سبیل بھی ایسی باقی نہیں رہی ہے جس کی مدد سے وہ عذاب الٰہی سے بچ سکیں۔

ہر چند کہ اس آیت میں مشرکوں پر آنے والے عذاب اور بوقتِ عذاب ان کی بے بسی اور بے چارگی کا ذکر

کیا گیا ہے اور اس عذاب کی وجہ شرک اپنے ظلم کو قرار دیا گیا۔ تاہم یہ آیت شرک کے علاوہ دوسری نوعیت کے مظالم پر بھی (جو دوسرے انسانوں پر ڈھائے جاتے ہیں) اسی طرح صادق آتی ہے۔ کیونکہ ظالم شخص ظاہری طور پر بتوں کو نہ بھی پوجتا ہو تو بھی وہ ایک لحاظ سے مشرک ہی ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں پر ظلم انسان اس وقت ہی کرتا ہے جب وہ اپنے آپ کو دوسرے سے زیادہ طاقتور یا زیادہ مالدار یا زیادہ جتھے اور اثر و رسوخ والا سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ دوسرا اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔ وہ اپنی طاقت، اپنے مال و منال کی کثرت، اپنے اثر و رسوخ اپنے جتھے اور اپنے حمایتیوں کو ہی خدا بنا لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے دوسرا اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔

ظلم ہمیشہ کمزور پر ہی کیا جاتا ہے اور ظلم کرتا وہی ہے جو زیادہ طاقتور اور زیادہ مالدار ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے کہ کمزور اپنی کمزوری کے باوصف طاقتور پر ظلم ڈھائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض اوقات کمزور انسان جذبۂ انتقام کے ماتحت جب ظلم کا بدلہ لینے پر آتا ہے تو خود کمزور ہونے کے باوجود اپنے سے زیادہ طاقتور ظالم پر بھی غلبہ پا لیتا ہے اور اسے اس کے ظلم کا مزا چکھانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس وقت جذبۂ انتقام کے ماتحت اس کے اندر غیر معمولی طور پر قوت و طاقت اور جرأت و شجاعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ وہ کچھ کر گزرتا ہے جس کی عام حالات میں ہرگز بھی توقع نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایک استثنائی اور وقتی حالت ہوتی ہے۔ ورنہ اصل بات یہی ہے کہ دوسروں پر ظلم وہی ڈھاتا ہے جو زیادہ طاقتور یا زیادہ مالدار یا زیادہ اثر و رسوخ والا یا زیادہ جتھے اور جمعیت والا ہو یا اور کچھ نہیں تو اسے کسی طاقتور کی حمایت اور امداد حاصل ہو۔ وہ طاقت، مال و دولت، اپنے اثر و رسوخ اور حمایتیوں کی کثرت کے نشہ میں سرشار ہو کر ظلم پر اتر آتا ہے۔ وہ اس وقت اپنی طاقت، اپنی دولت اپنے اثر و رسوخ اور اپنے طاقتور حمایتیوں کو بمنزلہ خدا سمجھ رہا ہوتا ہے اور یہ بھی ایک قسم کا شرک ہی ہوتا ہے۔

افراد کی طرح جب اقوام ظلم ڈھانے پر آتی ہیں تو وہ زمین پر فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر امن کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں، وہ علاقوں پر طاقت کے بل پر قبضہ کر لیتی ہیں، ان کے املاک چھین لیتی ہیں، بے گناہوں کو بلا دریغ قتل کر کے ان کا خون پانی کی طرح بہانے سے بھی باز نہیں آتیں۔ پھر اسی پر بس نہیں کرتیں بلکہ جو زندہ بچ رہتے ہیں انہیں غلام بنا کر نسلاً بعد نسلٍ ان کا خون چوستی رہتی ہیں۔ اس طرح وہ کمزور قوموں کی زندگی اجیرن بنا دیتی ہیں۔ اس ظلم، درندگی اور بربریت کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے وسائل کی بہتات، ساتھیوں کی کثرت اور طاقتور حمایتیوں کی اعانت کو خدا سمجھ رہی ہوتی ہیں اور یہ سودا ان کے سر میں سمایا ہوا ہوتا ہے کہ ان اسباب کے ہوتے ہوئے کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس لئے ہم جتنا بھی ظلم ڈھائیں تھوڑا ہے۔

تاریخ ایسی ظالم قوموں اور ان کے مظالم کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر اس صدی کے نصف اول میں جب ہٹلر نے بے پناہ طاقت حاصل کرلی اور ہر قسم کے اسباب مہیا کر لئے تو وہ ان اسباب پر بھروسہ کرنے اور انہیں کو خدا تصور کرتے ہوئے یورپ پر چڑھ دوڑا اور اس نے پوری دنیا کا امن تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اسے یقین تھا کہ کوئی بھی ملک اس کی بے پناہ یلغار کے آگے ٹھہر نہ سکے گا۔ اور حقیقت یہی ہے کہ وہ ایک ملک کے بعد دوسرے ملک پر قبضہ کرتا چلا گیا۔ اپنی طاقت کے نشہ میں وہ یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اسے خود اس ظلم کا مزا چکھنا پڑے گا اور اس کی سب طاقت زائل ہو کر رہ جائے گی۔

سورۃ البقرہ کی آیات ۱۶۶ - ۱۶۷ میں جنہیں ہم نے اس مضمون کے شروع میں درج کیا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ ظالم قومیں اپنی طاقت اپنی دولت، اپنے وسائل کی کثرت اور اپنے حمایتیوں کی اعانت کو خدا سمجھ کر دوسروں پر اُس وقت تک ہی ظلم ڈھانے میں کامیاب رہتی ہیں۔ جب تک کہ ہماری گرفت نہیں آتی۔ جب ہماری طرف سے مقررہ عذاب کی گھڑی آجاتی ہے تو پھر نہ ان کی طاقت ان کے کام آتی ہے، نہ ان کی دولت، اور نہ طاقتور حمایتیوں کی اعانت۔ اُس وقت ان کا ہر وسیلہ ختم اور ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے، ان کی طاقت زائل ہو جاتی ہے، کامیابی کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور ان کے حمایتی ان کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے بعد میں آنے والی قوموں کو ظلم سے باز رکھنے کے لئے فرمایا ہے کہ اگر ظالم قوموں کو پہلے ہی پتہ لگ جائے کہ اس ظلم کی آگے چل کر انہیں کیسی عبرتناک سزا بھگتنی پڑے گی اور انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کے ساتھی اور حمایتی نزولِ عذاب کے وقت ان کا ساتھ چھوڑ جائیں گے اور وہ سب کچھ رکھنے کے باوجود بے یار و مددگار رہ جائیں گے تو وہ کبھی ظلم کا ارتکاب نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ظالم قوموں کی اس روش اور ان کے عبرتناک انجام کو قرآن مجید میں ایک تمثیل کے ذریعہ بھی واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

" اور تو ان کے سامنے دو شخصوں کی حالت بیان کر جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے تھے اور انہیں ہم نے کھجوروں کے درختوں سے گھیر رکھا تھا اور ہم نے ان کے درمیان کچھ کھیتی بھی پیدا کی تھی۔ ان دونوں باغوں نے اپنا اپنا پھل (خوب) دیا اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا اور ان کے درمیان ہم نے ایک نہر جاری کی تھی اور اسے بہت پھل حاصل (ہوتا) تھا۔ اسی وجہ سے اس نے اپنے ساتھی کو اس سے باتیں کرتے ہوئے (فخریہ طور پر) کہا (کہ دیکھ) تیری نسبت میرا مال زیادہ اور جتھا معزز ہے۔ اور (ایک دفعہ) وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے اپنے باغ میں داخل ہوا۔ (اور) اس نے (اپنے ساتھی سے) کہا (کہ) میں نہیں سمجھتا کہ یہ (میرا باغ) کبھی تباہ ہوگا اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ

(موعودہ تباہی کی) گھڑی (کبھی) آنے والی ہے۔ اور اگر (بالفرض) مجھے میرے رب کی طرف لوٹا (بھی) دیا جائے تو میں (وہاں بھی) یقیناً اس سے بہتر ٹھکانہ پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے اس سے سوال و جواب کرتے ہوئے کہا (کہ) کیا تو نے اُس ہستی کا انکار کر دیا ہے جس نے تجھے (اولاً) مٹی سے (اور) پھر نطفہ سے پیدا کیا اور پھر اس نے تجھے پورا آدمی بنایا (تیرا تو یہ حال ہے) لیکن (میں تو یہ کہتا ہوں کہ) حق تو یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہیں بناتا۔ اور جب تو اپنے باغ میں آیا تھا تو کیوں نہ تُو نے کہا (کہ وہی ہوگا) جو اللہ چاہے گا (کیونکہ) اللہ ہی (کے فضل) سے ہر ایک قوت (حاصل ہوتی) ہے۔ اگر تُو مجھ (ناچیز) کو اپنی نسبت مال اور اولاد میں کم سمجھتا ہے تو بالکل ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے کوئی بہتر (باغ) دے دے اور اس (تیرے باغ) پر اوپر سے کوئی آگ کا شعلہ گرائے جس کی وجہ سے وہ ایک صاف چٹیل میدان ہو جائے۔ یا اس کا پانی خشک ہو جائے (اور) پھر تُو (یعنی اسلام کا دشمن) اس کی تلاش کی (بھی) طاقت نہ پائے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور اس کے تمام پھلوں کو تباہ کر دیا گیا اور وہ (یعنی باغ کا مالک) اس حال میں کہ وہ باغ اپنے سہاروں پر گرا ہوا تھا اس (مال) کی وجہ سے جو اس نے اس (باغ کی ترقی) کے لئے خرچ کیا تھا، اپنے دونوں ہاتھ ملنے لگا۔ اور کہنے لگا (کہ) اے کاش! میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بناتا۔ اور (اُس وقت) کوئی جماعت بھی اس کے ساتھ نہ ہوئی جو اللہ کے سوا اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اس کا کوئی انتقام ہی لے سکا۔ ایسے موقعہ پر مدد اللہ ہی کی (مفید) ہوتی ہے جو معبود حقیقی ہے اور بدلہ دینے میں بھی سب سے اچھا ہے اور (اچھا) انجام (پیدا کرنے) کی رو سے بھی سب سے اچھا ہے"۔ (ترجمہ سورہ کہف آیات ۳۳ تا ۴۵)

اِس قرآنی تمثیل سے بھی واضح ہے کہ جو قوم بھی دوسروں کو خدا کا شریک ٹھہرا کر شرک ایسے عظیم ظلم کی مرتکب ہوتی ہے یا اپنے مال اپنے جتھے اور اپنے طاقتور حمایتیوں پر بھروسہ کر کے اور انہیں خدا کا درجہ دے کر دنیا میں ظلم اور فتنہ و فساد کی راہ اختیار کرتی ہے خدا تعالیٰ ایک مقررہ وقت پر اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے اُس وقت اس کے حمایتی اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور وہ تمام اسباب جن پر اسے بھروسہ ہوتا ہے یکسر منقطع کر دیئے جاتے ہیں۔ اُس وقت دنیا کی کوئی طاقت بھی خدائی عذاب سے بچا نہیں سکتی۔

یہ امر افسوسناک ہے کہ جمہوریت کے موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی ایسی حکومتیں اور قومیں موجود ہیں جو اپنے ساز و سامان کی بہتات فوجوں کی کثرت اور بڑی طاقتوں کے ساتھ ساز باز کے بل پر چھوٹی اور کمزور ہمسایہ مملکتوں پر حملہ آور ہوتے

ان کے علاقوں پر قبضہ جما کر وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے ہیں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں۔ اپنی دولت، اپنی کثرت، اپنی طاقت اور اپنے حمایتیوں کی اعانت پر وہ اس قدر نازاں ہیں۔ اور ان ظاہری اسباب پر انہیں اس قدر بھروسہ ہے کہ وہ یہ بھول ہوئی ہیں کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا کوئی خدا بھی ہے۔ وہ چشم زدن میں ہلاک کر کے انہیں ان کے ظلم کا مزا چکھانے پر قادر ہے۔ وہ ضرور اب بھی ایسا کر دکھائے گا۔ لیکن قبل اس کے کہ ان کی تباہی کی وہ گھڑی آئے ہم انہیں قرآنی الفاظ میں کہتے ہیں کہ

اے کاش اپنے مال اور اپنے جتھے کو معتز سمجھنے والے یہ ظالم لوگ اس وقت کو ابھی سے دیکھ لیں کہ ان کے وہ حمایتی جن کے وہ فرمانبردار ہیں ان سے الگ ہو جائیں گے اور عذابِ الٰہی سے بچنے کے سب ذریعے اور تمام اسباب جن پر وہ بھروسہ کئے بیٹھے ہیں منقطع کر دیئے جائیں گے اور یہ دردناک عذاب کا نشانہ بن کر رہیں گے۔

خدا تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنے کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"کل (یعنی ۲۲ جون ۱۸۹۹ء) بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقوے کی باریک راہوں پر چلو، خدا تمہارے ساتھ ہوگا ..... (فرمایا) جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شاملِ حال نہیں ہو سکتی۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۰۲)

۔۔۔۔۔۔

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

جو خدا کیلئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جائے خدا اس سے دکھ اٹھا لیتا ہے

سچا طریق دکھ سے بچنے کا یہی ہے کہ سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دکھ تکلیف نیز مصیبت و بلا سے بچنے اور محفوظ رہنے کے سچے اور حقیقی طریق کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میں تو ہمیشہ دعا کرتا ہوں مگر تم لوگوں کو بھی چاہیئے کہ ہمیشہ دعائیں لگے رہو۔ نمازیں پڑھو اور توبہ کرتے رہو۔ جب یہ حالت ہوگی تو اللہ تعالےٰ حفاظت کرے گا اور اگر سارے گھر میں ایک شخص بھی ایسا ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث سے دوسروں کی بھی حفاظت کرے گا۔ کوئی بلا اور دکھ اللہ تعالےٰ کے ارادہ کے سوا نہیں آتا اور وہ اس وقت آتا ہے جب اللہ تعالےٰ کی نافرمانی اور مخالفت کی جاوے۔ ایسے وقت پر عام ایمان کام نہیں آتا بلکہ خاص ایمان کام آتا ہے۔ جو لوگ عام ایمان رکھتے ہیں وہ اُن بلاؤں سے حصہ لیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کی پروا نہیں کرتا۔ مگر جو خاص ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی طرف رجوع کرتا ہے اور آپ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ من کان للہ کان اللہ لہٗ۔ بہت سے لوگ ہیں جو زبان سے لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے اسلام اور ایمان کا دعوےٰ کرتے ہیں مگر وہ اللہ تعالےٰ کے لئے دکھ نہیں اٹھاتے۔ کوئی دکھ یا تکلیف یا مقدمہ آجاوے تو فوراً خدا کو چھوڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس کی نافرمانی کر بیٹھتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کی کوئی پروا نہیں کرتا مگر جو خاص ایمان رکھتا ہو اور ہر حال میں خدا کے ساتھ ہو اور دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالےٰ اس سے دکھ اٹھا لیتا ہے اور دو مصیبتیں اس پر جمع نہیں کرتا۔ دکھ کا اصل علاج دکھ ہی ہے اور مومن پر دو بلائیں جمع نہیں کی جاتیں۔

ایک وہ دکھ ہے جو ان خدا کے لئے اپنے نفس پر قبول کرتا ہے اور ایک وہ بلائے ناگہانی۔ اس بلا سے خدا بچا لیتا ہے۔ پس یہ دن ایسے ہیں کہ بہت توبہ کرو۔ اگرچہ ہر شخص کو وحی یا الہام نہ ہو مگر دل گواہی

دے دیتا ہے کہ خدا تعالےٰ اسے ہلاک نہ کرے گا۔ دنیا میں دو دوستوں کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دوست دوسرے دوست کا مرتبہ شناخت کر لیتا ہے کیونکہ جیسا وہ اس کے ساتھ ہے ایسا ہی وہ بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ محبت کے عوض محبت اور دغا کے عوض دغا۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ معاملہ میں اگر کوئی حصہ کھوٹ کا ہوگا تو اسی قدر ادھر سے بھی ہوگا۔ مگر جو اپنا دل خدا سے صاف رکھے اور دیکھے کہ کوئی فرق خدا سے نہیں ہے تو خدا تعالےٰ بھی اس سے کوئی فرق نہ رکھے گا۔ انسان کا اپنا دل اس کے لئے آئینہ ہے وہ اس میں سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ پس سچا طریق دکھ سے بچنے کا یہی ہے کہ سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور وفاداری اور اخلاص کا تعلق دکھاؤ اور اس راہِ بیعت کو جو تم نے قبول کی ہے سب پر مقدم کرو کیونکہ اس کی بابت تم پوچھے جاؤ گے۔ جب اس قدر اخلاص تم کو میسر آجاوے تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالےٰ تم کو ضائع کرے۔ ایسا شخص سارے گھر کو بچالے گا۔ اصل یہی ہے اس کو مت بھولو۔ نری زبان میں برکت نہیں ہوتی کہ بہت سی باتیں کرلیں۔ اصل برکت دل میں ہوتی ہے اور وہی برکت کی جڑ ہے۔ زبان سے تو کروڑہا مسلمان کہلاتے ہیں جن لوگوں کے دل خدا کے ساتھ متحکم ہیں اور وہ اس کی طرف وفا سے آتے ہیں خدا بھی ان کی طرف وفا سے آتا ہے اور مصیبت اور بلا کے وقت ان کو الگ کر لیتا ہے۔۔۔۔۔

میں اگر کسی کے لئے دعا کروں اور خدا تعالےٰ کے ساتھ اس کا معاملہ صاف صاف نہیں وہ اس سے سچا تعلق نہیں رکھتا تو میری دعا اس کو کیا فائدہ دے گی؟ لیکن اگر وہ صاف دل ہے اور کوئی کھوٹ نہیں رکھتا تو میری دعا اس کے لئے نورٌ علیٰ نور ہوگی۔

زمینداروں کو دیکھا جاتا ہے دو دو پیسے کی خاطر خدا کو چھوڑ دیتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ خدا انصاف اور ہمدردی چاہتا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ لوگ فسق فحشا اور بےحیائی سے باز آویں جو ایسی حالت پیدا کرتے ہیں تو خدا تعالےٰ کے فرشتے ان کے ساتھ ہوتے ہیں مگر جب دل میں تقوےٰ نہ ہو اور کچھ حصہ شیطان کا بھی ہو تو خدا شراکت پسند نہیں کرتا اور وہ سب چھوڑ کر شیطان کا کر دیتا ہے کیونکہ اس کی غیرت شرکت پسند نہیں کرتی۔ پس جو بچنا چاہتا ہے اس کو ضروری ہے کہ وہ اکیلا خدا کا ہو من کان للہ کان اللہ لہ۔ خدا تعالےٰ کبھی کسی صادق سے بےوفائی نہیں کرتا۔ ساری دنیا بھی اگر اس کی دشمن ہو اور اس سے عداوت کرے تو اس کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔ خدا بڑی طاقت اور قدرت والا ہے اور انسان ایمان کی قوت کے ساتھ اس کی حفاظت کے نیچے آتا ہے اور اس کی قدرتوں اور طاقتوں کے عجائبات دیکھتا ہے۔ پھر اس پر کوئی ذلت نہ آوے گی۔ یاد رکھو خدا تعالےٰ زبردست پر بھی زبردست ہے بلکہ اپنے امر پر بھی غالب ہے۔ سچے دل سے نمازیں پڑھو اور دعاؤں میں لگے رہو اور اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو یہی تعلیم دو۔ پورے طور پر خدا کا طرف ہو کر کوئی نقصان نہیں اٹھاتا۔

نقصان کی اصل جڑ گناہ ہے۔

ساری عزتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ دیکھو بہت سے ابرار اخیار دنیا میں گزرے ہیں۔ اگر وہ دنیادار ہوتے تو ان کے گزارے ادنیٰ درجہ کے ہوتے کوئی ان کو پوچھتا بھی نہ مگر وہ خدا کے لئے ہوئے اور خدا ساری دنیا کو ان کی طرف کھینچ لایا۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین رکھو اور بدظنی نہ کرو۔ جب اس کی بدبختی سے خدا پر بدظنی ہوتی ہے تو پھر نہ نماز درست ہوتی ہے نہ روزہ نہ صدقات۔ بدظنی ایمان کے درخت کو نشوونما ہونے نہیں دیتی بلکہ ایمان کا درخت یقین سے بڑھتا ہے۔۔۔۔۔

ہر مومن کا یہی حال ہوتا ہے۔ اگر وہ اخلاص اور وفاداری سے اس کا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کا ولی بنتا ہے۔ لیکن اگر ایمان کی عمارت بوسیدہ ہے تو پھر بے شک خطرہ ہوتا ہے۔ ہم کسی کے دل کا حال تو جانتے ہی نہیں سینہ کا علم تو خدا کو ہی ہے۔ مگر انسان اپنی خیانت سے پکڑا جاتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے معاملہ صاف نہیں تو پھر بیعت فائدہ دے گی نہ کچھ اور۔ لیکن جب خالص خدا ہی کا ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کی خاص حفاظت کرتا ہے۔ اگرچہ وہ سب کا خدا ہے مگر جو اپنے آپ کو خاص کرتے ہیں ان پر خاص تجلّی کرتا ہے اور خدا کے لئے خاص ہونا یہی ہے کہ نفس بالکل چکنا چور ہو کر اس کا کوئی ریزہ باقی نہ رہ جائے۔ اس لئے میں بار بار اپنی جماعت کو کہتا ہوں کہ بیعت پر ہرگز ناز نہ کرو۔ اگر دل پاک نہیں ہے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کیا فائدہ دے گا۔ جب دل دور ہے جب دل اور زبان میں اتفاق نہیں تو میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر منافقانہ اقرار کرتے ہیں تو یاد رکھو ایسے شخص کو دوہرا عذاب ہوگا۔ مگر جو سچا اقرار کرتا ہے اس کے بڑے بڑے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس کو ایک نئی زندگی ملتی ہے۔ میں تو زبان ہی سے کہتا ہوں دل میں ڈالنا خدا کا کام ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے میں کیا کسر باقی رکھی تھی؟ مگر ابوجہل اور اس کے امثال نہ سمجھے۔ آپ کو اس قدر فکر اور غم تھا کہ خدا نے خود فرمایا۔ لعلّك باخعٌ نفسك ان لا یکونوا مومنین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کس قدر ہمدردی تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جاویں مگر وہ بچ نہ سکے حقیقت میں تو معلم اور واعظ کا تو اتنا ہی فرض ہے کہ وہ بتا دیوے۔ دل کی کھڑکی تو خدا کے فضل سے کھلتی ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم ۵۰۱تا ۵۰۳)

-- حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

(ملفوظات جلد اوّل ۲۵۹)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَدْرٌ مُنَوَّرٌ

یقیناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی روشن کرنے والے چاند ہیں

فَطُوْبٰی لِمَنْ صَافٰی صِرَاطَ مُحَمَّدٍ　　وَکَمِثْلِ هٰذَا النُّوْرِ مَا بَانَ نَیِّرٌ

مبارک ہوا اس شخص کو جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ پسند کی۔ ایسے نور جیسا تو کوئی نور دینے والا نہیں ہوا۔

وَصَلْنَا اِلَی الْمَوْلٰی بِهَدْیِ نَبِیِّنَا　　فَدَعْ مَا یَقُوْلُ الْکَافِرُ الْمُتَنَصِّرُ

ہم اپنے نبی کی راہ نمائی سے خداتعالےٰ تک پہنچے ہیں۔ پس جو کچھ نصرانی کافر کہتا ہے سب چھوڑ دے۔

وَفِیْ کُلِّ اَقْوَامٍ ظَلَامٌ مُدَمِّرٌ　　وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَدْرٌ مُنَوِّرٌ

تمام قوموں میں ہلاک کرنے والی تاریکی ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی روشن کرنے والے چاند ہیں۔

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ مُهْجَةُ مُهْجَتِیْ　　وَمِنْ ذِکْرِهِ الْاَحْلٰی کَاَنِّیْ مُثْمِرٌ

یقیناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے دل کی روح ہیں اور آپؐ کے میٹھے ذکر سے میں ثمردار ہوگیا ہوں۔

فَدَعْ کُلَّ مَلْفُوْظٍ بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ　　وَقَلِّدْ رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنْجُ وَتُغْفَرُ

محمد رسول اللہؐ کے فرمان کو لیکر باقی سب باتوں کو چھوڑ دے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر تو نجات پائے گا اور بخشا جائے گا

وَلَیْسَ طَرِیْقَ الْهُدٰی اِلَّا اتِّبَاعَهٗ　　وَمَنْ قَالَ قَوْلًا غَیْرَهٗ فَیُتَبَّرُ

ہدایت کی راہ تو آپؐ کا ہی فرمان ہے۔　　جس نے اس کے سوا اور کچھ کہا وہ ہلاک ہوا۔

وَیَبْقٰی اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ دِیْنُهٗ　　لَهٗ مِلَّةٌ بَیْضَاءُ لَا تَتَغَیَّرُ

آپؐ کا دین تا قیامت باقی رہے گا۔　　آپؐ کا دین روشن کبھی بگڑنے والا نہیں۔

(کرامات الصادقین)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

غریقِ ورطۂ بحرِ محبّت

(بحرِ محبّت کے بھنور میں غرق ہونیوالے کا حال)

غریقِ ورطۂ بحرِ محبّت		نہ بر مہرش نظر باشد نہ بر کیں

عشقِ الٰہی کے سمندر میں پڑنے والے بھنور کے اندر جو شخص غرق ہو اسکی نظر نہ اپنے دلدار کی محبت پر ہوتی ہے نہ غصہ پر

بگوشِ عاشق از لب ہائے دلدار		چناں نفریں عزیز آید کہ تحسیں

اسکی وجہ یہ ہے کہ عاشق کے کانوں میں دلبر کے ہونٹوں سے ملامت بھی ویسی ہی پسندیدہ ہوتی ہے جیسے کہ شاباش۔

چناں رویش خوش افتد از سرِ عشق		کہ قرباں مے کند بروے دل و دیں

عشق کی وجہ سے عاشق کو اپنے محبوب کا چہرہ اتنا بھلا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس پرایاپنا دل اور دین سب کچھ قربان کر ڈالتا ہے۔

شب و روزش بہ دلبر کار باشد		دل و جانش شود آں یارِ شیریں

دن اور رات وہ یار کی ہی طلب میں مشغول رہتا ہے۔ اس کا پیارا دوست ہی اس کی جان ہوتا ہے اور وہی اس کا دل۔

بسوزد ہرچہ غیرِ یار باشد		ہمیں ایں عشق را رسم است و آئیں

یار کے سوا جو کچھ بھی ہو وہ اسے نذرِ آتش کر دیتا ہے۔ عشق کی دنیا میں یہی رسم اور یہی طریقہ رائج ہے۔

خلق و عالم جملہ در شور و شر اند		عشق بازاں در مقامِ دیگر اند

دنیا اور اسمیں پسیندال جملہ خلق شور و غوغا میں مبتلا ہوتی ہے لیکن عاشقوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ تو اور ہی مقام پر ہوتے ہیں۔

گر دلا زیں کوچہ بیروں نگذریم		ہم سگانِ کوچہ از ما بہتر اند

اے دل سچ یہ ہے کہ اگر ہم عشقِ الٰہی کے کوچہ کو طے نہ کریں تو پھر گلیوں کے آوارہ کتّوں سے بھی بدتر ہیں۔

(الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

دُعا کو اپنے کمال تک پہنچاؤ

بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کے مضمون پر بڑی تفصیلی اور گہری بحث کی ہے۔ ایک فلسفی دماغ کو بھی سمجھانے کی کوشش کی ہے اور ایک عام انسان کو بھی یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُکُمْ (سورہ فرقان رکوع آخر) کہ جب تک تم دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو پختہ نہیں کرو گے اور اس کی قدرت اور طاقت کو جذب نہیں کرو گے اس وقت تک اللہ تمہاری مدد نہیں کرے گا اور جب اللہ تمہاری مدد نہیں کریگا تو تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مختصر سی دعا میں ہم پر یہ واضح کیا ہے کہ اگر ہم اپنے مقصد کو پہچانتے ہیں جو یہ ہے کہ حجتِ اسلام ساری دنیا پر پوری ہوجائے اگر ہم اپنے نفس کی عاجزی اور بے کسی کا احساس رکھتے ہیں، اگر ہم اپنے رب کی کامل طور پر معرفت رکھتے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ جُوتی کا تسمہ ہو یا تمام دنیا میں حجتِ اسلام کو پورا کرنا ہو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہر دم اور ہر آن اپنی بقا اور اپنی جدوجہد میں کامیابی اور مثمر ثمرات ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قوت اور اس کی طاقت اور اس کی مدد و نصرت کی ضرورت ہے اس لئے آج میں پھر اپنے بھائیوں اور بہنوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ دعاؤں کی طرف بہت متوجہ ہوں اور عاجزانہ طور پر اور عاجزی کے اس احساس کو شدت کے ساتھ اپنے دل میں پیدا کر کے اور سوز و گداز کے ساتھ اور ایک تڑپ کے ساتھ محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کی آگ کے شعلوں میں داخل ہو کر وہ اپنے رب کے حضور پہنچنے کی کوشش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیار کے پانی سے اس تپشِ محبت کو ٹھنڈا کردے اور سرورِ محبت عطا فرمادے۔ ہمارے دلوں، دماغوں اور روح میں سرور پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے کہ وہ مقصد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ہے اور جس کی ذمہ داری آج ہمارے کندھوں پر ہے ہم اس مقصد کے حصول میں کامیاب ہوجائیں۔ دنیا ہمیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتی

ہم سے مخالفت سے پیش آتی ہے ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ جس چیز کی ہمیں پرواہ ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت کو پائیں۔ دنیا ہمیں پہچانتی نہیں اس لئے ہزار قسم کے جھوٹ ہمارے خلاف بولے جارہے ہیں۔ ہر شخص اس بات پر فخر محسوس کرتا ہے کہ وہ ہمارے خلاف زبان دراز کرے اور ہمارے خلاف جتنا چاہے جھوٹ بولے اور دنیا کی سب طاقتیں ہمارے خلاف مجتمع ہوگئی ہیں اور اکٹھی ہوگئی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ اسلام غالب نہ ہو لیکن خدا چاہتا ہے کہ اسلام غالب ہو۔ یہ عیسائی اور مشرک اور دہریہ اپنے ان منصوبوں میں کامیاب نہیں ہوسکتے کہ اسلام کو مغلوب کردیں اور مغلوب رکھیں۔ اسلام ان پر ضرور غالب آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر یہی فیصلہ کیا ہے لیکن زمین پر اس نے ہم پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ ہم دعا اور تدبیر کو کمال تک پہنچا کر خدا تعالیٰ کے ان وعدوں کو اپنے نفسوں میں اور اپنی زندگیوں میں پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ہم تو صرف اس حد تک کرسکتے ہیں جس حد تک اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذرائع اور اسباب عطا کئے ہیں۔ ہم اس سے زیادہ نہیں کرسکتے۔ لیکن دعا بھی ایک تدبیر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعا کو اس کے کمال تک پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک شخص کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ اس کے حضور جب عاجزانہ جھکے تو گریہ و زاری اور سوز و گداز کو انتہاء تک پہنچا کر ایک ایسی آگ اپنے گرد جلا دے اور اس آگ کو اتنا تیز کردے کہ اس کا نفس باقی نہ رہے اور اپنے اوپر ایک موت وارد کردے تاکہ اللہ تعالیٰ سے ایک نئی زندگی حاصل کرنے والا ہو۔ اور اس نئی زندگی پانے کے بعد اسے اس رنگ میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ملے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض پوری ہوجائے۔

پس دعاؤں کی طرف بہت ہی توجہ دیں اور ہماری حقیقی دعا یہی ہے کہ اے خدا! جیسا کہ تو نے چاہا ہے ہمیں توفیق دے کہ ہم تیری مدد اور نصرت کے ساتھ حجت اسلام ساری دنیا پر پوری کرنے والے ہوں اور اسلام کا حسین چہرہ ہمارے افعال و اقوال سے نظر آجائے وہ حقیقی توحید کی معرفت حاصل کریں اور سچا عشق اور محبت تیرے ساتھ پیدا ہوجائے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو، آپؐ کے جلال کو اور آپؐ کی صداقت کو اور آپؐ کے حسن و احسان کو پہچاننے لگیں اور اس پہچان اور معرفت کے نتیجہ میں ان کے دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہوجائیں۔

دعا ہماری زندگی کا، ہماری جدوجہد کا اور ہماری کوشش کا سہارا ہے۔ دعا کو اپنے کمال تک

پہنچاؤ۔ اپنے رب پر پورا بھروسہ رکھو۔ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں۔ اگر اس کی رضا کو پالو گے، اگر اس کی خوشنودی اور محبت کو حاصل کرلوگے تو دنیا جو چاہے کرلے۔ دنیا کی آج کی طاقت اور کل کی طاقت مل کر بھی تمہیں غلبۂ اسلام سے روک نہیں سکتی اور تمہیں ناکام نہیں رکھ سکتی۔ اپنی انتہائی قربانیاں اپنی انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے ربِ کریم کے حضور پیش کرو اور دعائیں کرو کہ وہ انہیں قبول کرلے اور اپنی مدد و نصرت کا وارث بنائے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض پوری ہو۔ (اللّٰھُمَّ اٰمین)

حصولِ فضلِ الٰہی کا اقرب طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حصولِ فضلِ الٰہی کا اقرب طریق دعا ہے اور دعائے کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقت ہو۔ اضطراب اور گدازش ہو۔ جو دعا عاجزی، اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالےٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالےٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور پھر اس کا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے۔ خواہ کیسی ہی بے دلی اور بے ذوقی ہو لیکن یہ سیر نہ ہو تکلف اور تصنع سے ہی کرتا رہے۔ اصلی اور حقیقی دُعا کے واسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے۔

بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کا دل سیر ہو جاتا ہے وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک بیزی ہی میں برکت ہے کیونکہ آخر گوہرِ مقصود اسی سے نکل آتا ہے اور ایک دن آجاتا ہے کہ جب اس کا دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقت جو دُعا کے لوازمات ہیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو رات کو اٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدمِ حضوری اور بے صبری ہو لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی دل تیرے ہی قبضہ اور تصرف میں ہے تو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالےٰ سے بسط چاہے تو اس قبض سے بسط نکل آئے گی اور رقت پیدا ہو جائے گی۔ یہی وقت ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ششم)

مومن اور ابتلاء

محترم مولوی محمد احمد صاحب جلیل پروفیسر جامعہ احمدیہ

انسانی وجود مجموعۂ اضداد ہے۔ بے شک انسان اسماء الٰہی کا مظہر اور فی احسن تقویم پیدا ہوا ہے۔ اسے قدرت کی طرف سے روحانی ترقی کی ایسی استعدادیں ودیعت کی گئی ہیں کہ سلوک الی اللہ کی منازل طے کرتا ہوا قَابَ قَوْسَيْنِ تک پہنچ جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (النساء) کا مصداق بھی ہے اس آیت کریمہ میں "خُلِقَ" کا لفظ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ انسان کے خمیر میں کمزوری رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم میں کئی جگہ یہ لفظ انسانی فطرت کی کسی خصوصیت کے اظہار کے لئے آیا ہے۔ مثلاً إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا (معارج) اور خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انبیاء ع ۳) یعنی تنگ حوصلگی اور جلد بازی انسان کی سرشت میں ہے۔ حدیث میں نسوانی طبیعت خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ بیان کی گئی ہے کہ عورت پسلی کی طرح پیدا ہوئی ہے یعنی کجی اس کا فطری خاصہ ہے۔ پس خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ انسان ہر طرح کی روحانی، اخلاقی اور جسمانی کمزوریوں کا مرقع ہے۔ انسان کی اس فطری کمزوری کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

لَوْ لَا أَنَّكُمْ تُذْنِبُونَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُونَ وَيَغْفِرُ لَهُمْ (مسلم)

اگر تم ایسی مخلوق ہوتے جس میں کوئی کمزوری نہ ہوتی اور تم سے کسی قسم کی غلطی سرزد ہونے کا امکان نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ تمہاری بجائے کوئی اور مخلوق پیدا کرتا جو غلطیوں کا ارتکاب کرتی اور پھر اللہ تعالےٰ کی مغفرت کی مورد بنتی۔

اسی طرح ایک حدیث قدسی میں آتا ہے۔

يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُوْنِيْ أَهْدِكُمْ
يَا عِبَادِيْ إِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
جَمِيْعًا، فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ أَغْفِرْ لَكُمْ　　(مسلم کتاب البر والصلۃ)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گم کردہ راہ ہے سوائے اس کے

جس کی میں دستگیری کروں۔ اے میرے بندو! تم شب و روز خطائیں کروگے مگر میں سب خطائیں بخش سکتا ہوں۔ اس لئے تم مجھ سے مغفرت کے طالب رہنا۔ میں تمہیں بخش دونگا۔

ایک شاعر نے یہ مضمون ایک رباعی میں بیان کیا ہے

عصیانِ خلائق گرچہ صحرا صحرا است ❊ در پیشِ عنایتِ تو یک برگِ گیاہ است
ہرچند گناہِ ما است کشتی کشتی ❊ غم نیست کہ رحمتِ تو دریا دریا است

انسان کی فطری کمزوری کے علاوہ اسے اپنے حالات اور گردوپیش پر کوئی اختیار نہیں وہ ارضی و سماوی حوادث کے سامنے بے بس ہے

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم انسان کی بے بضاعتی کو اس طرح بیان فرماتے ہیں :-

مَثَلُ الْقَلْبِ كَرِيْشَةٍ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ يُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ

(مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد)

انسانی دل کی حالت ایک پر کی مانند ہے جو کسی بیابان میں گرا پڑا ہو اور تند ہوائیں اسے اِدھر اُدھر پھینک رہی ہوں۔

غرضیکہ انسان اس قدر کمزور اور ناساز گار حالات میں گھرا ہوا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم یاوری نہ کرے اور اس کی ستاری اور کرم اس کے شاملِ حال نہ ہو تو اس کے لئے دنیا کے خارستان میں زندگی کا ایک دن چھوڑ ایک لمحہ گذارنا بھی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (انبیاء ع ۳)

کہ گردشِ لیل و نہار اور اس میں رونما ہونے والے حوادث و خطرات سے خدائے رحمٰن کے سوا کون تمہاری حفاظت کر سکتا ہے۔

انسانی فطرت اور ابتلاء } انسان اپنی جبلی کمزوریوں کے سبب اور بسا اوقات ناموافق ماحول کے باعث مبتلائے آلام اور مصائب و آفات کا شکار رہتا ہے کبھی بیماری موت فوت اور عزیزوں کی جدائی کے صدمات سہتا ہے کبھی عزت و آبرو کے یا مالی نقصانات برداشت کرتا ہے، کبھی قحط سالی، وبا، طوفان و زلازل اور دیگر حوادث کا نشانہ بنتا ہے، اور کبھی دشمنوں اور حاسدوں کے ہاتھوں دکھ اٹھاتا ہے۔ اسی طرح انسان پر روحانی قبض اور بسط کے دور آتے ہیں۔ یہ تکالیف اور ابتلاء انفرادی اور خاندانی یا قومی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کوئی انسان ان سے کلیتۃً محفوظ و مصئون نہیں رہ سکتا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے بھی اس سے مستثنیٰ نہیں نبیوں اور ان کی جماعتوں کو بھی کئی قسم کے امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (عنکبوت ع۱)

کیا یہ لوگ اس خوش فہمی میں ہیں کہ امتحانوں میں ڈالے بغیر ان کے دعویٰ ایمان کو قبول کر لیا جائے گا۔

اسی طرح فرماتا ہے:۔ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (بقرہ ع ۱۹)

کہ خوف، بھوک اور مالی وجانی نقصانات کے ساتھ تمہاری آزمائش کی جانا لازمی امر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً سب سے زیادہ اور سخت ابتلا کن لوگوں پر آتے ہیں۔ آنحضور نے فرمایا۔ اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِہٖ (ترمذی) سب سے زیادہ سخت ابتلاء خدا کے نبیوں پر آتے ہیں اور پھر ان سے اتر کر خدا تعالےٰ کے دوسرے برگزیدہ لوگوں کو درجہ بدرجہ ان کے روحانی مقام اور دینی حالت کے مطابق امتحان پیش آتے ہیں۔

اسی طرح آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاھُمْ (ترمذی)

کہ اللہ تعالےٰ جن لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کی محبت کی نشانی یہ ہے کہ انہیں ابتلاؤں میں ڈالتا ہے۔

ابتلاؤں کی غرض

یہاں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے عاجز بندوں کو ابتلاء اور تکالیف میں کیوں ڈالتا ہے اس کی غرض اور حکمت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب سورۃ انبیاء کی آیت اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ میں موجود ہے۔ اس میں جو یُفْتَنُوْنَ کا لفظ ہے اس کا مادہ فَتَنَ ہے جس کے معروف معنی فتنہ، وابتلاء اور عذاب وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ عربی میں جب فَتَنَ الصَّائِغُ الذَّھَبَ کہتے ہیں تو لفظ فَتَنَ کے معنی سونے کو کٹھالی میں ڈال کر اس سے ملاوٹ اور کھوٹ کو الگ کرنا ہوتے ہیں (منجد) پس لفظ یُفْتَنُوْنَ میں یہ معنے مضمر ہیں کہ ابتلاؤں میں ڈالنے سے کھوٹے اور کھرے میں امتیاز کرنا مقصود ہوتا ہے۔ وفاشعار اور غدار ابتلاء کے زمانہ میں پہچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح مومنوں کے اندر جو کھوٹ یعنی کمزوریاں اور کدورتیں ہوتی ہیں وہ بھی ابتلاؤں کے ساتھ صاف ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:۔

مَا یَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِہٖ وَوَلَدِہٖ وَمَالِہٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَمَا عَلَیْہِ خَطِیْئَةٌ (ترمذی)

کہ مومن پر اس کی ذات اولاد اور مال کے ابتلاء آتے ہیں جن سے اس کی کمزوریاں دور ہوتی رہتی ہیں حتیٰ کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا ہے تو وہ ہر قسم کے گناہوں کی آلائش سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔

ابتلاؤں کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہر قسم کی آسائش اور امن ہو تو اس وقت کافر اور غیر کا فرکی حالت یکساں ہو سکتی ہے لیکن مصیبت اور بیماری اور دوسری مشکلات میں ان باتوں کا امتحان ہوجاتا ہے اور ثابت ہوجاتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ سے قوی تعلق رکھتا ہے اور اس کی قدرتوں پر ایمان لاتا ہے اور کون اس کا شکوہ کرتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے۔" (ملفوظات ۴۴)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ مت سمجھو کہ جس کو ہم و غم پہنچتا ہے وہ بد قسمت ہے۔ نہیں خدا اس کو پیار کرتا ہے۔ جیسے مرہم لگانے سے پہلے چیرنا اور جراحی کا عمل ضروری ہے۔ غرض یہ انسانی فطرت میں ایک امر واقع شدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے اور اس میں کیا کیا بلائیں اور حوادث آتے ہیں۔ ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں۔"

(ملفوظات ۲۰۲)

پھر فرماتے ہیں:۔

"ماموریں اور ان کی جماعت کو زلزلے آتے ہیں۔ ہلاکت کا خوف ہوتا ہے۔ طرح طرح کے خطرات پیش آتے ہیں کُذِّبُوا کے یہی معنے ہیں۔ دوسرے ان واقعات سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کچوں اور پکوں کا امتحان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو کچے ہوتے ہیں ان کا قدم صرف آسودگی تک ہی ہوتا ہے۔ جب مصائب آئیں تو وہ الگ ہو جاتے ہیں۔" (ملفوظات ۲۶۲)

حضور علیہ السلام اس ضمن میں مزید فرماتے ہیں:۔

"یہ مصائب گناہ کا کفارہ ہوتے ہیں۔ کرب اور گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ خدا داری چہ غم داری خدا تعالیٰ پر پورا ایمان اور بھروسہ ہو تو پھر انسان کو تنور میں ڈال دیا جاوے اسے کوئی غم نہیں ہوتا تکالیف کا بھی ایک وقت ہوتا ہے اور اس کے بعد پھر راحت ہے . . . مومن پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تکلیف اور دکھ کا وقت آتا ہے تاکہ وہ آزمایا جائے اور صبر اور استقامت کا اجر پائے۔ اصل میں تکالیف کے دن ہی مبارک دن ہوتے ہیں۔ انبیاء تکالیف کے ساتھ موافقت کرتے ہیں ہر ایک شخص پر نوبت بہ نوبت یہ دن آتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا تعلق خدا تعالیٰ کے

ساتھ اصلی ہے یا نہیں۔ مولوی رومی ؒ نے خوب فرمایا ہے :-

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است ؛ زیر آں گنج کرم بنہادہ است

حدیث میں آتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی سے پیار کرتا ہے تو اسے کچھ دُکھ دیتا ہے۔ انبیاء کے معجزات انہیں مصائب کے زمانہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔" (ملفوظات ۳۴/۸)

ابتلاؤں میں مومن کا شیوہ

ابتلاء اور مومن کا شیوہ کیا ہونا چاہیئے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں وضاحت سے راہ نمائی کی گئی ہے اور احادیث میں بھی اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ

فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا

عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آل عمران ع ۱۴)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان ارضی و سماوی آفات پیش آنے کی صورت میں اور بنی نوع انسان کی جبرہ دستی کا ہدف ہونے پر تو خدا تعالیٰ کے حضور مدد کے لئے جھکتا ہی ہے لیکن اگر وہ اپنی سنگین سے سنگین غلط کاری کی پاداش میں مبتلائے آلام ہو تو بھی ایک سچا مومن مایوس نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتا ' اپنے گناہوں کی معافی مانگتا اور استغفار کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی اس کے ہم و غم کا چارہ گر نہیں۔ اس لئے جزع فزع کرنے اور غیر اللہ کے آگے اپنے دکھ درد بیان کرنے کی بجائے صبر کے ساتھ خدا تعالیٰ کے دَر پر گرا رہتا ہے اور ندامت اور توبہ کا طریق اختیار کرتا ہے اور پھر گناہ کی طرف دانستہ عود نہیں کرتا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی دستگیر ہوتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو کہ ایک مومن کا ابتلاء اور مصیبت کے وقت طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے نہایت لطیف پیرایہ میں ایک تمثیل کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں :-

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيْئُهَا الرِّيْحُ مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا مَرَّةً

وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً

(بخاری کتاب المرضیٰ)

مومن کی مثال نورستہ کھیتی کی ہے جو تند ہوا اور آندھی میں نیچے جھک جاتی ہے اور آندھی گزر جانے پر پھر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی ہے جس میں لچک نہیں ہوتی وہ آندھی سے ہلتا نہیں۔ آخر یک دفعہ جڑھ سے اکھڑ کر ٹوٹ پڑتا ہے۔ مومن ابتلاؤں کے وقت خدا تعالیٰ کے حضور جھکتا اور عاجزی

دکھاتا ہے جس سے آخر اللہ تعالےٰ اُس پر رحم کرتا ہے اور آفات و آلام سے نجات دے دیتا ہے۔

اس آیت قرآنی اور حدیث کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن کسی ابتلاء یا مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اس سے نجات پانے کے لئے تین طریق اختیار کرنے چاہئیں

-٥ اول اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں اور استغفار

-٥ دوم ۔ اللہ تعالےٰ پر توکل اور صبر و استقامت

-٥ سوم ۔ بارگاہِ الٰہی میں اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار اور توبہ

ہر سہ شق کے متعلق مختصراً کلامِ الٰہی میں سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات میں سے کچھ اقتباس پیش کرتا ہوں۔

توبہ } اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ (توبہ ع ۱۳)

کیا ان خطا شعار لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ خدائے تواب و رحیم کی یہ سنت ہے کہ اس کے خطا کار بندے اس کے حضور توبہ کریں تو وہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ وہ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (بقرہ ع ۲۸)

یعنی اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَللّٰہُ اَفْرَحُ بِتَوْبَۃِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ اَحَدِ کُمْ سَقَطَ عَلٰی بَعِیْرِہٖ وَقَدْ اَضَلَّہٗ بِاَرْضِ فَلَاۃٍ (متفق علیہ)

کوئی مسافر لق و دق صحرا میں اپنا ساز و سامان سے لدا ہوا سواری کا اونٹ کھو بیٹھے اور اسے تلاش کرتا کرتا تھک کر بیٹھ جائے تو اس مایوسی کے عالم میں اگر اس کا اونٹ اسے اچانک مل جائے تو اس کو کتنی خوشی ہوگی۔ اللہ تعالےٰ اپنے خطا کار مومن بندے کے توبہ کرنے پر اس مسافر سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

ابتلاؤں کے وقت توبہ کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میرا مذہب تو یہ ہے کہ جس کو بلا سے بچنا ہو وہ پوشیدہ طور پر خدا تعالےٰ سے صلح کر لے اور اپنی ایسی تبدیلی کرلے کہ خود اسے محسوس ہو جائے کہ میں پہلا نہیں ہوں۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ (سورۃ رعد) سچے مذہب کی جڑھ خدا تعالےٰ

پر ایمان ہے اور خدا پر ایمان چاہتا ہے کہ سچی پرہیزگاری ہو، خدا کا خوف ہو۔ تقوے والے کو خدا تعالے کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ آسمان سے اُس کی مدد کرتا ہے ۔۔۔۔۔ اگر انسان خدا تعالے کے ساتھ پوری صفائی کرے اور ان افعال اور اعمال کو چھوڑ دے جو اُس کی نارضامندی کا موجب ہیں تو وہ سمجھ لے کہ ہر ایک کام برکت سے مِلے پا جائے گا ۔۔۔۔۔ یہ یاد رکھو، اپنے عزیز رشتہ دار بھی ایسے دوست نہیں ہوتے جیسے خدا تعالے دوست ہوتا ہے۔ اگر وہ راضی ہو تو کل جہان راضی ہو جاتا ہے اور وہ کسی پر رضامندی ظاہر کرے تو اُلٹے اسباب کو سیدھا کر دیتا ہے مضر کو مفید بنا دیتا ہے۔ یہی تو اُس کی خدائی ہے" (ملفوظات احمدیہ)

استغفار قرآن کریم میں توبہ کے علاوہ استغفار پر بہت زور دیا گیا ہے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد ع ۲) کے ذریعہ اپنی اور سب مومن مرد اور عورتوں کی کمزوریوں کے لئے استغفار کرنے کی ہدایت ہوئی۔ متقیوں کی ایک صفت وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (ذاریات) بیان کی گئی ہے کہ وہ رات کی آخری گھڑیوں میں اٹھ کر استغفار کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالے کے برگزیدہ انبیاء مشکلات اور ابتلاؤں کے وقت استغفار کو حرزِ جان بناتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام پر ایک ابتلاء کا هَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ کے الفاظ میں ذکر کر کے اللہ تعالے فرماتا ہے۔

وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَالِكَ (ص ع ۲)

کہ حضرت داؤدؑ نے جب یہ سمجھا کہ یہ واقعہ ہماری طرف سے ابتلاء تھا تو انہوں نے استغفار کیا اور اللہ تعالے کے حضور جھک گئے جس پر ہم نے انہیں اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لیا

قرآن کریم کا یہ اعلان تمام مسلمانوں کے لئے امید کا پیغام ہے۔

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء ع ۱۶)

کوئی شخص کیسا ہی سیاہ کار گنہگار کیوں نہ ہو۔ اگر وہ اللہ تعالے کے حضور استغفار کرے اور اُس کی بخشش کا خواستگار ہو تو وہ اللہ تعالے کو غفور و رحیم پائے گا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب طاعون کی وبا پڑی تو اُس عذابِ الٰہی سے بچنے کے لئے حضورؑ نے جماعت کو دعا اور کثرتِ استغفار کی تلقین فرمائی۔ حضور فرماتے ہیں:-

"میں تصحاً للہ کہتا ہوں اپنے حالات پر غور کرو اور آپ بھی اور اپنے دوستوں کو بھی دعا میں لگ جانے کے لئے کہو۔ استغفار عذاب الٰہی اور مصائب شدیدہ کے لئے سپر کا کام دیتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ اس عذابِ الٰہی سے تم محفوظ رہو تو استغفار کثرت سے پڑھو۔" (ملفوظات ۲۴۴/۱)

صبر قرآن کریم میں ابتلاء اور مصیبت کے وقت صبر سے کام لینے کی بہت تاکید کی گئی ہے فرماتا ہے اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (بقرہ ع ۱۹) کہ حل مشکلات اور دفع آفات کے لئے صبر اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح سچے مومنوں کا ایک وصف اَلصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ (بقرہ ع ۲۲) بیان کیا گیا ہے کہ وہ مشکلات اور مصائب میں صبر سے کام لیتے ہیں۔ اور اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ کے الفاظ میں ان کی تعریف کی گئی ہے۔

اسی طرح فرماتا ہے

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (بقرہ ع ۱۹)

اس ارشاد خداوندی میں صبر کرنے والے مومنوں کو جو مصائب میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بشارت کا مستحق قرار دیا گیا ہے اور ان کو اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے مورد اور ہدایت یافتہ کہا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتلاؤں میں صبر سے کام لینے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
"انسان جلد بازی کرتا ہے اور ابتلاء آتا ہے تو اس کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ دنیا ہی رہتی ہے اور نہ دین ہی ملتا ہے۔ مگر جو صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان پر انعام و اکرام کرتا ہے اس لئے کسی ابتلاء پر گھبرانا نہیں چاہیئے ابتلاء مومن کو اللہ تعالیٰ کے اور بھی قریب کر دیتا ہے اور اس کی وفاداری کو مستحکم بناتا ہے۔ لیکن کچے اور غدار کو الگ کر دیتا ہے" (ملفوظات ۱۹۰/۱)

پھر فرماتے ہیں:۔
"مصیبت اور دکھ ایمان کا ایک کامل معیار ہے۔ اسی سے پہچانا جاتا ہے کہ کون صبر کرتا ہے۔

صبر کیا ہے ؟ یہ بھی ایمان ہی کا نتیجہ ہے۔ مصیبتوں میں جب مومن صبر کرتا ہے۔ اور یہ صبر بھی ایک نئے رنگ کا صبر معلوم ہوتا ہے کہ کافر اس صبر میں شابہت نہیں رکھتا... جب مشکلات اور مصائب کی وجہ سے مومن دعائیں کرتا ہے تو دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ مصائب بجائے خود اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں اور دوسرے ان دعاؤں کے ذریعہ ان سے نجات بھی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر اور اس کی قدرتوں پر ایمان بڑھتا ہے۔ مصیبت سے انسان کی زندگی کبھی خالی نہیں رہ سکتی۔ کسی نہ کسی رنگ میں کوئی نہ کوئی مصیبت آہی جاتی ہے خواہ بیماری کے رنگ میں ہو خواہ عزت و آبرو کے متعلق ہو یا مال و اسباب کی صورت میں ہو لیکن مومن کی مصیبت اس پر سہل ہوجاتی ہے اور اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے....

یاد رکھو کہ مصیبت کے زخم کے لئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ سخت سے سخت مشکلات اور مصائب میں بھی اندر ہی اندر تسلی اور اطمینان پاتا ہے۔" (ملفوظات $\frac{۲۴۵، ۲۴۶}{۸}$)

حرفِ آخر قرآن کریم، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور ابتلاء کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ نشوونما اور شادابی کے بارہ میں ایمان کو اگر ایک کھیت سے تشبیہ دی جائے تو ابتلاء اس کے لئے کھاد کا کام دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ارشاد پیش کرکے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حقیقت میں جو سچا مومن ہے ابتلاء میں اس کے ایمان کی حلاوت اور لذت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کے عجائبات پر اس کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ پہلے سے بھی بہت زیادہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا اور دعاؤں سے فتح یاب اجابت چاہتا ہے....

یقیناً یاد رکھو کہ ابتلاء اور امتحان ایمان کی شرط ہے اس کے بغیر ایمان کامل ہوہی نہیں سکتا اور کوئی عظیم الشان نعمت بغیر ابتلاء ملتی ہی نہیں۔ دنیا میں بھی عام قاعدہ یہی ہے کہ دنیاوی آسائشوں اور نعمتوں کے حاصل کرنے کے لئے قسم قسم کی مشکلات اور رنج و تعب اٹھانے پڑتے ہیں۔ طرح طرح کے امتحانوں میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے، تب کہیں جاکر کامیابی کی شکل نظر آتی ہے اور پھر بھی وہ محض خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے پھر خدا تعالیٰ جیسی نعمتِ عظمیٰ جس کی کوئی نظیر ہی نہیں یہ بدوں امتحان کیسے میسر آسکے۔ پس جو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو پاوے اسے چاہیئے کہ وہ ہر ایک ابتلا کے لئے تیار ہوجاوے۔" (ملفوظات $\frac{۲۵۴}{۹}$)

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلحاظ معاملات

(مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ مقیم حیدر آباد)

سیدنا حضرت خاتم النبیین فخر الاوّلین و الآخرین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپؐ بنی نوع انسان کے لئے مجسّم رحمت تھے۔ آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بنی نوع انسان کی خدمت، ہمدردی اور غمگساری میں گزرتا تھا۔ معاملات کے لحاظ سے آپؐ اتنے مہربان، صاف اور رحیم و کریم تھے کہ اس کی مثال کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ چنانچہ آپؐ کی ان پاکیزہ صفات کا نقشہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں کھینچا گیا ہے فرمایا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

یعنی تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے تجھے دی گئی ہے ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے اور اگر تو بد اخلاق اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

اخلاقِ فاضلہ کا عدیم النظیر نمونہ

اپنوں اور غیروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں احسان، ہمدردی اور رحم و کرم اور جود و سخا کے جس اعلےٰ اور بے نظیر نمونہ کے آپؐ حامل تھے اس کا کسی قدر اندازہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان سے لگتا ہے کہ جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے سپرد ایک بہت بڑا کام کیا تو آپؐ گھر پہنچے اور حضرت خدیجہ رضؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے عظیم الشان کام میرے سپرد کیا ہے میں ڈرتا ہوں کہ میں کس طرح اس کو سرانجام دے سکوں گا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنتے ہی کہا۔

كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا

نہیں نہیں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم! اللہ تعالےٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِي الضَّيْفَ وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری باب بدء الوحی)

کیونکہ آپؐ ہمیشہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں اور بے کس لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ اخلاق فاضلہ جو دنیا سے مٹ چکے ہیں ان کو از سرِ نو قائم کر رہے ہیں اور ہمیشہ مہمان نوازی کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص بغیر کسی شرارت کے مصیبت میں پھنس جائے تو آپؐ اس کی اعانت کرتے ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسے عظیم الشان اوصاف رکھنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ چھوڑ دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

عَنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّهُ كَانَ إِذَا وَصَفَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ أَجْوَدُ النَّاسِ كَفًّا وَأَجْرَءُ النَّاسِ صَدْرًا وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَأَوْفَاهُمْ ذِمَّةً وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً مَنْ رَآهُ بَدِيْهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ـ

(مکارم الاخلاق تالیف رضی الدین ابی نصر مطبوعہ مصر ص۸)

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام بنی آدم سے بڑھ کر ہاتھ کے سخی، دل کے بہادر، زبان کے سچے، عہد کے وفا کرنے والے، طبیعت کے نرم اور رہن سہن کے لحاظ سے نہایت معزز تھے۔ جب کسی شخص کی آپؐ پر پہلی نظر پڑتی تو وہ ہیبت سے بھر جاتا۔ لیکن جب آپؐ سے ملتا اور آپؐ سے باتیں کرکے مانوس ہو جاتا تو آپؐ سے محبت کرنے لگ جاتا۔ الغرض میں نے آپؐ جیسا وجود نہ تو آپؐ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد آپؐ کی صفات کا کوئی شخص نظر آیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْلِفُ الْبَعِيْرَ وَيُقِيْمُ الْبَيْتَ وَيَخْصِفُ النَّعْلَ وَيَرْقَعُ الثَّوْبَ وَيَحْلِبُ الشَّاةَ وَيَأْكُلُ مَعَ الْخَادِمِ وَيَطْحَنُ مَعَهُ إِذَا أَعْيَا وَلَا يَمْنَعُهُ الْحَيَاءُ أَنْ يَحْمِلَ بِضَاعَتَهُ مِنَ السُّوْقِ إِلٰى أَهْلِهِ وَكَانَ يُصَافِحُ الْغَنِيَّ وَالْفَقِيْرَ وَيُسَلِّمُ مُبْتَدِئًا وَلَا يَحْتَقِرُ مَا

دُعِيَ اِلَيْهِ وَلَوْ اِلٰى حَشَفِ التَّمْرِ وَكَانَ هَيِّنَ الْمَؤُنَةِ لَيِّنَ الْخُلُقِ كَرِيْمَ الطَّبِيْعَةِ جَمِيْلَ الْمُعَاشَرَةِ طَلْقَ الْوَجْهِ بَسَّامًا مِنْ غَيْرِ ضِحْكٍ مَحْزُوْنًا مِنْ غَيْرِ عُبُوْسَةٍ مُتَوَاضِعًا مِنْ غَيْرِ مَذَلَّةٍ جَوَادًا مِنْ غَيْرِ سَرَفٍ رَقِيْقُ الْقَلْبِ رَحِيْمًا بِكُلِّ مُسْلِمٍ

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ آپؐ کسی کام کو عار نہیں سمجھتے تھے آپؐ اونٹ کو خود چارہ ڈالتے، گھر کے کام کرتے۔ جوتیوں کی مرمت کر لیتے، کپڑے کو پیوند لگا لیتے، بکری دوہ لیتے، خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے، بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے۔ امیر و غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے، سلام میں پہل کرتے، اگر کوئی معمولی کھجوروں کی بھی دعوت دیتا تو آپؐ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ آپؐ نہایت ہمدرد، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ آپؐ کا رہن سہن بڑا صاف ستھرا تھا۔ آپؐ بشاشت سے پیش آتے۔ تبسم آپؐ کے چہرہ پر جھلکتا رہتا۔ آپؐ زور کا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ خدا کے خوف سے فکرمند رہتے۔ لیکن ترشروئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری، پست ہمتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی تھے لیکن بیجا خرچ سے ہمیشہ بچتے۔ نرم دل۔ رحیم و کریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔

حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حلم، نرم دلی اور تحمّل کا یہ حال تھا کہ آپؐ ہر ایک کی بات سنتے۔ اگر وہ سختی بھی کرتا تو آپؐ خاموش ہو جاتے، کبھی سختی کرنے والے کا جواب سختی سے نہ دیتے۔ آپؐ جب گھر سے باہر نکلتے تو لوگ آپؐ کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرنی شروع کر دیتے۔ جب تک وہ لوگ اپنی ضرورتیں بیان نہ کر بیٹھتے آپؐ کھڑے رہتے۔ جب وہ بات ختم کر لیتے تو آپؐ آگے چل پڑتے۔ اسی طرح بعض لوگ مصافحہ کرتے وقت دیر تک آپؐ کا ہاتھ پکڑ رکھتے گو یہ طریق ناپسندیدہ ہے اور کام میں روک پیدا کرنے کا موجب ہے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ جب تک وہ مصافحہ کرنے والا آپؐ کے ہاتھ کو پکڑے رکھتا آپؐ بھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رہنے دیتے۔ ہر قسم کے حاجتمند آپؐ کے پاس آتے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے۔

غیر مذاہب کے لوگوں کے جذبات کا احترام

غیر مذاہب کے لوگوں کے جذبات کا احترام بھی آپؐ بہت زیادہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی آپؐ

کے پاس آیا اور اس نے شکایت کی کہ حضرت ابوبکرؓ نے میرا دل دکھایا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کو خدا نے موسےٰ سے افضل بنایا ہے، اس بات کو سنکر میرے دل کو ٹھیس پہنچی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو بلا کر ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے ابتدا کی تھی اور کہا تھا میں موسےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کو خدا نے ساری دنیا پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کو خدا نے موسےٰ سے افضل بنایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا چاہیئے۔ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی۔ مجھے موسےٰ پر فضیلت نہ دیا کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ اپنے آپ کو موسےٰ سے افضل نہ سمجھتے تھے بلکہ مطلب یہ تھا کہ یہ فقرہ کہنے سے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے موسےٰ پر فضیلت عطا فرمائی ہے یہودیوں کے دلوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے ان کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا کرو۔

اسی طرح یمن کا ایک عیسائی قبیلہ آپؐ کے ساتھ مذہبی تبادلۂ خیال کرنے کے لئے آیا۔ جس میں ان کے بڑے بڑے پادری بھی تھے۔ مسجد میں بیٹھ کر گفتگو شروع ہوئی۔ گفتگو لمبی ہوگئی۔ اس پر اس قافلہ کے پادری نے کہا کہ ہماری نماز کا وقت ہے۔ ہم باہر جا کر نماز پڑھ آئیں۔ حضور نے فرمایا باہر جانے کی کیا ضرورت ہے ہماری مسجد میں ہی نماز ادا کرلیں۔

فَاسْتَقْبَلُوا الْمَشْرِقَ فَصَلُّوْا صَلٰوتَهُمْ (زرقانی جلد ۴ صلا)

چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کرکے مسجد میں ہی اپنی نماز ادا کی۔

تعاون باہمی کی ایک درخشندہ مثال

آپؐ صحابہؓ کے ساتھ ہمیشہ تعاون فرماتے اور نصیحت بھی فرماتے کہ آپس میں تعاون کے ساتھ کام کیا کرو۔ ایک دفعہ آپ سفر پر جا رہے تھے کہ رستہ پر ایک منزل پر پہنچکر ڈیرے لگا دیئے اور صحابہؓ میدان میں پھیل گئے تاکہ خیمے لگائیں اور دوسرے کام بجالائیں۔ انہوں نے سب کام آپس میں تقسیم کرلیئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کوئی کام نہ لگایا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے میرے ذمہ کوئی کام نہیں لگایا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیَّ جَمْعُ الْحَطَبِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکْفِیْكَ الْعَمَلَ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ اِنَّکُمْ تَکْفُوْنِیْ وَلٰکِنْ اَکْرَہُ اَنْ اَتَمَیَّزَ عَلَیْکُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یَکْرَہُ مِنْ عَبْدِہٖ اَنْ یَرَاہُ مُتَمَیِّزًا بَیْنَ اَصْحَابِہٖ۔ (زرقانی جلد ۴ صفحہ ۲۶۵)

یعنی میں لکڑیاں چنوں گا تاکہ ان سے کھانا پکایا جاسکے۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم جو کام کرنے والے موجود ہیں آپؐ کو کیا ضرورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اس کا علم ہے کہ تم کافی ہو مگر میں تم سے الگ ہو کر بیٹھ رہنے کو ناپسند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی اس امر کو ناپسند کرتا ہے۔

قرض کے لین دین میں حسنِ سلوک کی بعض مثالیں

جب آپؐ کسی سے قرض لیتے تو بڑی عمدگی سے ادا فرماتے اور ادا کرتے وقت یہ دعا دیتے۔

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْاَدَاءُ

(زاد المعاد جلد اول)

یعنی اللہ تعالیٰ تیرے گھر اور مال میں برکت دے، قرض کی جزا حمد اور ادائیگی ہے۔

آپؐ نے ایک شخص سے چالیس صاع قرض لیے بعد میں وہ شخص خود محتاج ہوگیا اور آپؐ کے پاس حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا ابھی تک ہمارے پاس کچھ نہیں آیا۔ اس شخص نے کچھ کہنا چاہا تو آپؐ نے فرمایا اچھی بات کرنا کیونکہ میں سب سے بہتر ادا کرنے والا ہوں۔ پھر آپؐ نے اسے چالیس صاع پہلے اور چالیس صاع مزید انہیؓ عطا فرمائے (زاد المعاد)

اسی طرح ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کیا اور بڑی گستاخی سے پیش آیا۔ صحابہؓ کو بڑا غصہ آیا اور اس کو ڈانٹنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو۔ کیونکہ جس نے لینا ہو وہ کچھ نہ کچھ کہنے کا حق رکھتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اسے اس عمر کا جانور دے دو جس عمر کا اس نے وصول کرنا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی اس وقت تو اس عمر سے بڑی عمر کا جانور موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہی دے دو۔ کیونکہ تم میں سے بہتر وہی ہے جو اپنا قرض اچھی اور عمدہ صورت میں ادا کرتا ہے۔ (مسلم کتاب البیوع)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت بھی کی۔ رہن اور بغیر رہن ہر طرح قرض بھی لیا۔ نقد اور ادھار کی صورت میں بھی اشیاء خریدیں۔ آپؐ نے ہدیہ دیا اور ہدیہ قبول بھی کیا۔ اور اس کا بدلہ بھی دیا۔

بعض دیگر اوصافِ حمیدہ

آپؐ مذاق بھی فرماتے البتہ مذاق میں حق بات ہی کہتے۔ آپؐ مشورہ لیتے اور مشورہ دیتے بھی تھے۔ حضورؐ نے اشعار سنے اور اس پر انعام بھی دیا۔ بیویوں کے ساتھ آپؐ کا معاملہ نہایت ہی نرمی شفقت اور عدل کا تھا۔ بعض دفعہ آپؐ کی بیویاں آپؐ سے سختی بھی کر لیتی تھیں مگر آپؐ خاموشی سے بات کو ہنس کر ٹال دیتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضؓ جو آپؐ کی بڑی بیوی تھیں اور جنہوں نے آپؐ کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد آپؐ

کے نکاح میں متعدد بیویاں آئیں لیکن اس کے باوجود آپؐ نے حضرت خدیجہ رضؓ کے تعلق کو نہ بھلایا حضرت خدیجہؓ کی بنی ہوئی کوئی چیز اگر آپؐ کے سامنے آجاتی تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ بدر کی جنگ میں جب آپؐ کے ایک داماد بھی قید ہو کر آئے تو آزادی کا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی مال ان کے پاس نہیں تھا۔ ان کی بیوی یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے جب دیکھا کہ میرے خاوند کے بچانے کے لئے اور کوئی مال نہیں تو اپنی والدہ کی آخری یادگار ایک ہار جو ان کے پاس تھا وہ انہوں نے اپنے خاوند کے فدیہ کے طور پر دے بھجوادیا۔ جب وہ ہار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا میں آپؐ کو حکم تو نہیں دیتا کیونکہ مجھے ایسا حکم دینے کا کوئی حق نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ ہار زینب کے پاس اس کی ماں کی آخری یادگار رہے۔ اگر آپ خوشی سے ایسا کر سکتے ہوں تو میں سفارش کرتا ہوں۔ کہ بیٹی اس کی ماں کی آخری یادگار سے محروم نہ کی جائے۔ صحابہ رضؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے لئے اس سے زیادہ خوشی کا موجب اور کیا ہو سکتا ہے اور انہوں نے وہ ہار حضرت زینبؓ کو واپس کر دیا۔ (سیرت حلبیہ)

غرباء کو معاشرہ میں مناسب مقام دینے کا اہتمام

آپؐ ہمیشہ غرباء کے حالات کو درست رکھنے کی کوشش کرتے اور ان کو سوسائٹی میں مناسب مقام دینے کی سعی فرماتے۔ مگر جہاں آپؐ غرباء کی عزت اور ان کے احترام کو قائم کرتے اور ان کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ وہاں آپؐ ان کو عزتِ نفس کا بھی سبق دیتے تھے اور سوال کرنے سے منع فرماتے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ مسکین وہ نہیں جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں یا ایک لقمہ یا دو لقمے تسلی دے دیں۔ مسکین وہ ہے کہ خواہ کتنی ہی تکلیفوں سے گزرے سوال نہ کرے۔

غریب صحابہ رضؓ سے بھی آپؐ کا معاملہ بے تکلفی کا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے تو آپؐ کو ایک غریب صحابی نظر آئے جو بدصورت تھے اور گرمی کے موسم میں بوجھ اٹھا اٹھا کر گرد و غبار اور پسینہ کی وجہ سے ان کا چہرہ اور بھی بدنما نظر آ رہا تھا۔ عین اس وقت حضور بازار سے گزرے اور آپؐ نے ان کے چہرے پر افسردگی کے آثار دیکھے۔ آپؐ خاموشی سے ان کے پیچھے چلے گئے اور جیسے بچے کھیلتے وقت چوری چھپے پیچھے سے جا کر کسی دوست کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور پھر یہ امید کرتے ہیں کہ وہ اندازہ لگا کر بتائے کہ کس شخص نے اس کی آنکھیں بند کی ہیں۔ اسی طرح آپؐ نے اس کی آنکھوں پر جا کر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے آپؐ کے بازو اور جسم کو ٹٹولنا شروع کیا سمجھ لیا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یوں بھی وہ سمجھتا تھا کہ اتنے غریب، اتنے بدصورت، اور اتنے بدحال آدمی کے ساتھ رسول کریم صلے اللہ

علیہ وسلم کے سوا اتنی محبت کا اظہار اور کون کر سکتا ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی اس کے ساتھ محبت کا اظہار کر رہے ہیں اس نے برکت حاصل کرنے کی نیت سے اپنا مٹی آلود اور پسینہ سے بھرا ہوا جسم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لباس کے ساتھ ملنا شروع کیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے اور اس کو اس حرکت سے منع نہ کیا بلکہ آپ نے مذاقاً فرمایا میرے پاس ایک غلام ہے کوئی اس کا خریدار ہے؟ اس نے افسردگی سے کہا یا رسول اللہ میرا خریدار دنیا میں کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا مت کہو تمہاری قیمت خدا کی نظر میں بہت زیادہ ہے۔

تمام اخلاقِ فاضلہ کا جامع نبیؐ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جو اخلاقِ فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام اخلاقِ فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ تو خُلقِ عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاقِ فاضلہ و شمائل حسنہ نفسِ انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاقِ کاملہ تامہ نفسِ محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔"

(براہین احمدیہ ص۵۰۹ حاشیہ در حاشیہ ۳)

باہمی محبّت و مودّت اور جماعت کے لئے ایک مژدۂ جانفزا

(مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ)

خدا تعالےٰ کے مامورین کی بعثت کی ایک غرض تالیفِ قلوب ہوتی ہے۔ وہ اس دنیا میں جنت کی فضائیں بسانے کے لئے آتے ہیں۔ دلوں کے کینے، بغض اور حسد نکال کر اخوت اور مودّت پیدا کرتے ہیں اور نئے قلوب، نئی زمین، نئی برادری پیدا کرتے ہیں۔

اس بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات آپ کی کتب میں محفوظ ہیں۔ اور کچھ ارشادات حضورؑ کے آپ کے مخلص صحابہ نے محفوظ کئے جو ملفوظات کی صورت میں طباعت کے زیور سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے حضورؑ کے انفاخ قدسیہ کو محفوظ کیا۔

قمر الانبیاء حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:۔

"جماعت کی تعلیم و تربیت کا ایک بڑا طریق یہ تھا آپؑ ہمیشہ تحریر اور تقریر کے ذریعہ اپنی جماعت کے لوگوں کو ان کے غلط خیالات کی اصلاح اور خراب اور ناپسندیدہ اعمال کی درستی کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے اور ان کے دلوں میں خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے اور اپنے نفسوں کی اصلاح کرنے اور مخلوق سے کے ساتھ انصاف اور احسان کا معاملہ کرنے کے لئے جوش پیدا کرتے رہتے اور آپ کی یہ عادت تھی کہ اپنی جماعت کے لوگوں کے خیالات اور ان کے اعمال کو گہری نظر کے ساتھ دیکھتے رہتے تھے۔ اور ان کی کمزوریوں اور نقصوں کے مناسب حال اپنی تحریر و تقریر میں نصیحت کا طریق اختیار فرماتے تھے۔ مگر عموماً آپ کسی فرد کو مخاطب کر کے اور اس کے کسی نقص کی طرف اشارہ کر کے نصیحت نہیں فرماتے تھے بلکہ جب کسی فرد یا افراد میں کوئی نقص دیکھتے تو اس کا نام لینے کے بغیر عمومی رنگ میں نصیحت فرماتے تھے۔" (سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۲۹)

مسیحِ پاک علیہ السلام نے فرمایا:۔

"میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی کُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں۔ میں ایک کتاب بنانے والا ہوں اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے .... یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی وہ ضرور ہوگی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے۔ جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جاوے مرض دفع نہیں ہوتا۔ میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے، رعونت ہے، خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتی بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۸-۴۹)

اس مضمون کو نصیحت کے رنگ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

"میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنائی جاوے۔" (ملفوظات جلد نہم ص۲۱۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہاں محبت اور اخوت پیدا کرنے والے امور پر زور دیتے ہیں وہاں

ماہرانہ حکمتوں کے ماتحت ایسے مجروح کرنے والے امور سے بھی جماعت کو منع فرماتے ہیں۔ دیکھئے ذیل کے ارشاد میں کس طرح دونوں پہلو سموئے گئے ہیں:۔

"آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دے۔" (ملفوظات جلد اول ص۲۶۶۔ ص۲۶۷)

تالیفِ قلوب، ہمارا نیک مصلحین کے ذریعہ ہی نصیب ہوتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض مشترک یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی اور حقیقی محبت قائم کی جاوے اور بنی نوع انسان اور اخوان کے حقوق اور محبت میں ایک خاص رنگ پیدا کیا جاوے۔ جب تک یہ باتیں نہ ہوں تمام امور صرف رسمی ہوں گے۔

خدا تعالیٰ کی محبت کی بابت تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن بعض اشیاء بعض سے پہچانی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک درخت کے نیچے پھل ہوں تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کے اوپر بھی ہوں گے۔ لیکن اگر نیچے کچھ بھی نہیں۔ تو اوپر کی بابت کب یقین ہو سکتا ہے۔ اس طرح پر بنی نوع انسان اور اپنے اخوان کے ساتھ یگانگت اور محبت کا رنگ ہو اور وہ اس اعتدال پر ہو جو خدا نے قائم کیا ہے تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی محبت ہو۔ پس بنی نوع کے حقوق کی نگہداشت اور اخوان کے ساتھ تعلقات بشارت دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی محبت کا رنگ بھی ضرور ہے۔" (ملفوظات جلد سوم ص۹۵)

اس مفہوم کو ایک دوسری جگہ بیان فرمایا۔ ارشاد ہے۔

"آپس میں مل جل کر بیٹھ جاؤ جس قدر تم آپس میں محبت کرو گے۔ اسی قدر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔" (ملفوظات جلد چہارم ص۲۲۵)

مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر، غریب، بچے، جوان، بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ

وہ بھی بھائی ہیں۔ گو باپ جدا جدا ہوں۔ مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے۔ اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۴۹)

دو بھائیوں میں نزاع کا ذکر تھا حضور سے خواہش کی گئی کہ حضور ارشاد فرمائیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی شکائت نہ رہے گی۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا:۔

"میں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ اس نے کیا کہا یا کیا کیا تھا۔ میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالےٰ سے ڈرو دوسر اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جائے تو اسے معاف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جاوے۔" (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۴۷)

حضورؑ نے باہمی اخوت کی کیفیت پر اپنی کتاب "کشتی نوح" میں بھی روشنی ڈالی ہے اور کشتی نوح وہ کتاب ہے جس کے متعلق حضورؑ کا ارشاد ہے:۔

"ضروری ہے کہ بار بار کشتی نوح کو پڑھو اور قرآن شریف کو پڑھو اور اس کے موافق عمل کرو" (ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۷)

"کشتی نوح" میں حضورؑ نے رقم فرمایا ہے:۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ۔ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۲)

اللہ تعالےٰ کے انبیاء علیہم السلام کے پیغام اور نصائح میں دو پہلو پائے جاتے ہیں وہ بشیر بھی ہوتے ہیں اور نذیر بھی۔ اس بارہ میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام جماعت کو تنبیہ بھی فرماتے ہیں فرمایا:۔

"یاد رکھو اپنے بھائیوں کے ساتھ بکلی صاف ہو جانا آسان کام نہیں بلکہ نہایت مشکل کام ہے۔ منافقانہ طور پر آپس میں ملنا جلنا اور بات ہے۔ مگر سچی محبت اور ہمدردی سے پیش آنا اور چیز ہے۔ یاد رکھو اگر اس جماعت میں سچی ہمدردی نہ ہوگی تو پھر یہ تباہ ہو جائیگی اور خدا اس کی جگہ کوئی اور جماعت پیدا کر لے گا..... یاد رکھو کہ انسان کا دل خدا کے گھر کی مثال ہے۔ خانۂ خدا اور خانۂ انسان ایک جگہ نہیں رہ سکتا جب تک انسان اپنے دل کو پورے طور پر صاف نہ کرے اور اپنے بھائی کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار نہ

ہو جائے تب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف نہیں ہو سکتا۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۷۳ تا ۷۵)

نیز اسی ضمن میں مزید فرمایا:۔

" سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہیئے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک سمجھتا ہے، ایسا ہی عملی طور پر اس کو دکھانا چاہیئے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہیئے اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بغض حسد اور کینہ نہ رکھنا چاہیئے اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہو جانا چاہیئے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ تو ابھی دور ہے کہ تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے از خود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ بس اسی کے ہو جاؤ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ۔۔۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ۔" (ملفوظات جلد دہم ص۷۲ و ص۷۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں فرماتے ہیں:۔

" اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب میں درج ہیں باستثنا اس شخص کے کہ بعد اس کے خدا تعالیٰ اس کو رد کر دیوے خاص جاودانی محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو۔" (ازالہ اوہام روحانی خزائن ص۵۵۲)

اپنے منظوم کلام میں حضورؑ محبت کی تاثیر بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے ❊ ایک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دل کو پیار
کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں ❊ طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشت خار

اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھنے کے متعلق مزید فرمایا:۔

" میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش

آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے ..... اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو جب ایک ہی چشمہ سے کل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔" (ملفوظات جلد اول ص۳۶)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جذبۂ اخوت و مودّت کو ترقی دینے کے لئے "جلسہ سالانہ" کی تجویز فرمائی۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔" (آسمانی فیصلہ ص۳۵۲ روحانی خزائن)

پہلا جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء میں منعقد ہوا تھا اگرچہ اس کا باقاعدہ آغاز ۱۸۹۲ء میں ہوا لیکن ۱۸۹۳ء میں حضور نے اس بناء پر جلسہ کو ملتوی فرما دیا کہ حضور جس سبق کو یاد کرانا چاہتے تھے وہ کسی کمزور طالب علم کو قدرے بھول گیا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں۔ اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔ اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔ لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا۔" (شہادت القرآن)

اس کے بعد اس کی تفصیل اور درد میں ڈوبی ہوئی جماعت کو نصائح ہیں اور جماعت کے لئے یہ مژدہ جانفزا ہے کہ حضور نے اپنی بعثت کی اس غرض یعنی تالیفِ قلوب، ہماری باہمی محبت و اخوت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے اور فرمایا ہے کہ میری یہ دعا قبول ہوگی (انشاء اللہ) فرمایا:۔

"دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کرکے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔" (شہادۃ القرآن)

اے بارگاہِ الٰہ تیری رحمت اور مودّت کا واسطہ مسیح پاک علیہ السلام کی اس دعا اور جملہ دعاؤں کو جماعت کے حق میں قبول فرما

جملہ مجالس انصار اللہ کے زعماء و اراکین کے لئے ضروری ہدایت

پاکستان کے موجودہ ہنگامی حالات اور اہم ملکی مفاد کے پیشِ نظر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبات میں اللہ تعالےٰ کی تائید اور اس کی نصرت حاصل کرنے کے لئے خاص طور پر توجہ دلائی ہے اور فرمایا ہے "ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے ایمان پختہ کریں۔ اعمالِ صالحہ بجا لائیں اور دعاؤں میں لگے رہیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ان تمام برکات کا وارث بنائے جن کا وعدہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو دیا گیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس اہم ضروری اور بروقت ارشاد کی تعمیل میں جملہ زعماء و اراکین مجالس انصار اللہ اپنے اپنے مقامات میں جہاں حضور ایدہ اللہ کے خطبات کی اشاعت کی طرف توجہ دیں۔ وہاں ایمان کی پختگی اور اعمال صالحہ کی بجا آوری اور دعاؤں کی طرف پوری توجہ دیں اور احباب کو توجہ دلاتے رہیں تا جلد سے جلد اللہ تعالےٰ کی نصرت و تائید سے اللہ تعالےٰ اپنی معجز نمائی کا حسین جلوہ پاکستان کے لئے ظاہر کرے۔

(قائد تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم ۱۳۵۰ ہش / ۱۹۷۱ء

مورخہ ۲۵/۲۶ تبوک/ستمبر کو اراکین انصار اللہ کا امتحان منعقد ہوا جس کا نصاب (۱) ترجمہ قرآن کریم پارہ آخر (۲) دو دو الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بزبان اردو۔ فارسی۔ عربی (۳) خلافت کی تین برکات (۴) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچ تصانیف کے نام پر مشتمل تھا۔ کل ۱۹۸ احباب امتحان میں شامل ہوئے۔

مکرم میجر سید محمود احمد شاہ صاحب بخاری اوّل اور مکرم سید بہادل شاہ صاحب لاہور دوم رہے۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے آمین

نتیجہ بذریعہ خطوط براہِ راست مجالس انصار اللہ کو بھجوایا جا رہا ہے۔

(قائد تعلیم مجالس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

انصار اللہ کے چندہ کی نئی شرح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

تمام مجالس انصار اللہ مطلع رہیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کی موجودہ شرح چندہ نصف پیسہ فی روپیہ سے بڑھا کر ایک پیسہ فی روپیہ مقرر فرما دی ہے۔ حضور نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ نبوت/نومبر ۱۳۵۰ ہش میں ارشاد فرمایا کہ رب سے تعلق کی پختگی صرف جوانی کی عمر سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ انصار اللہ کی عمر سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خلیفۂ وقت کا کام سہارا دینا بھی ہے اس لئے میں نے سہارا دے دیا اور میں نے انصار اللہ کے چندہ کی شرح نصف پیسہ سے بڑھا کر پیسہ کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے سب کو توفیق دے۔ آخر میں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل کر رہا ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ انصار اللہ والے کیوں مایوس ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل نہیں کرے گا۔ دھیلے سے پیسہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مال میں بھی برکت دے گا۔

تمام مجالس انصار اللہ کو بجٹ بھجوائے جا رہے ہیں۔ انصار اللہ کا مالی سال یکم صلح/جنوری سے شروع ہو چکا ہے اس لئے تمام مجالس کی طرف سے حضور کے ارشاد کی تعمیل میں نئی شرح کے ساتھ بجٹ تشخیص ہو کر جلد از جلد مرکز میں پہنچ جانے چاہئیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

مجالس انصار اللہ توجہ فرمائیں

گزشتہ سالوں کے فیصلہ جات شوریٰ انصار اللہ کی رو سے انصار اللہ کے دستور اساسی میں جو ترامیم و اضافہ جات ہوئے ان کے مطابق مسودہ میں تبدیلی کر کے سال رواں میں دستور اساسی کا نیا ایڈیشن طبع کروا لیا گیا ہے جو اس وقت دفتر مرکزیہ میں موجود ہے جن مجالس کے پاس اس نئے طبع شدہ دستور کی کاپی نہ ہو وہ دفتر ہذا کو لکھ کر منگوا لیں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

مومن ہونے کی حالت میں ابتلا کو برا نہ جانو

صابروں کے واسطے خداتعالیٰ نے بے حساب اجر رکھے ہوئے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''تم مومن ہونے کی حالت میں ابتلا کو برا نہ جانو - برا وہی جانے گا جو مومن کامل نہیں ہے - قرآن شریف فرماتا ہے و لنبلونکم بشیٔ من الخوف و الجوع و نقص من الاموال و الانفس و الثمرات و بشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله و انا الیه راجعون - خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کبھی تم کو مال سے یا جان سے یا اولاد یا کھیتوں وغیرہ کے نقصان سے آزمایا کریں گے مگر جو ایسے وقتوں میں صبر کرتے اور شاکر رہتے ہیں ان لوگوں کو بشارت دو کہ ان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کشادہ ہوں گے اور ان پر خدا کی برکتیں ہوں گی جو ایسے وقتوں میں کہتے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم اور ہماری کل اشیاء یہ سب خدا ہی کی طرف سے ہیں اور پھر آخر کار ان کا لوٹنا خدا ہی کی طرف ہے - کسی قسم کے نقصان کا غم ان کے دل کو نہیں کھاتا اور وہ لوگ مقام رضا میں بودوباش رکھتے ہیں - ایسے لوگ صابر ہوتے ہیں اور صابروں کے واسطے خدا تعالیٰ نے بے حساب اجر رکھے ہوئے ہیں ...

مومن کے واسطے مصائب ہمیشہ نہیں رہتے اور نہ لمبے ہوتے ہیں بلکہ اس کے واسطے رحمت ، محبت اور لذت کا چشمہ جاری کیا جاتا ہے - عاشق لوگ عشق کے غلبہ کے وقتوں اور اس کے دردوں میں ہی لذت پاتے ہیں"- یہ باتیں گو ایک خشک محض انسان کے لئے سمجھانی مشکل ہیں ، مگر جنہوں نے اس راہ میں قدم مارا ہے وہ ان کو خوب جانتے ہیں ''

(ملفوظات جلد پنجم ۱۹۸ تا ۲۰۰)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہؤا